اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْم ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِى الْاَرْضِ (الرعد: 17)

وقال رسول الله ﷺ

اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ

اَوْ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ۔ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۔وَالْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْن

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

اچھے اخلاق والے انسان کا مقام:۔

ایک عام دستور ہے کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔اسی طرح انسان اپنے اخلاق سے پہچانا جاتا ہے۔جس درخت کا پھل اچھا اور میٹھا ہو،خوبصورت بھی ہو اور ذائقے میں بھی لذیذ ہو،لوگ اس درخت کی حفاظت بھی کرتے ہیں اور اسے پانی بھی پہنچاتے ہیں۔اسی طرح جس انسان کے اخلاق اچھے ہوں،جس کے پاس بیٹھیں تو وہ فائدہ پہنچائے اور جو مصیبت میں دوسروں کے کام آئے،ایسے بندے کو بھی دوسرے لوگ پسند کرتے ہیں۔اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا،

وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِى الْاَرْضِ (الرعد: 17) اور جو انسانوں کو نفع پہنچاتا ہے اللہ تعالیٰ اسے زمین میں جما دیتے ہیں۔دین اسلام چونکہ دین فطرت ہے اس لئے اس میں اچھے اخلاق پر بہت زور دیا گیا ہے۔چنانچہ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا،کہ ایمان لانے کے بعد سب سے افضل عمل خوش خلقی ہے۔ایک اور حدیث شریف میں فرمایا گیا

اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا ایمان والوں میں سے کامل مومن وہ ہے جس کے اخلاق

سب سے اچھے ہوں۔

گویا اللہ رب العزت کے پاس یہ بندے کو تولنے کا ایک معیار ہے۔ اس معیار کے ذریعے بندہ خود بھی اندازہ کرسکتا ہے کہ میں کتنے پانی میں ہوں۔ اچھے اخلاق والے آدمی کو لوگ بھی پسند کرتے ہیں اور پروردگار عالم بھی اسے پسند فرماتے ہیں۔ لہٰذا جس انسان کو خوش خلقی نصیب ہو جاتی ہے اسے اللہ رب العزت کی طرف سے بڑی نعمت نصیب ہو جاتی ہے۔ اچھے اخلاق کو انسان کی سیرت کہا جاتا ہے۔ جس طرح خوب صورت انسان کو دیکھنے سے آنکھیں خوش ہوتی ہیں اسی طرح خوب سیرت انسان کے ملنے سے دل خوش ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نیک سیرت انسان سے ہر بندہ محبّت کرتا ہے اور جب کسی انسان سے محبّت ہوگی تو یقیناً اس کی خیر خواہی دل میں آئے گی۔ وہ پھر اس کی پشت پیچھے بھی اس کی خیر خواہی کرے گا۔ اسی لئے نبی علیہ الصلوۃ والسّلام یہ دعا مانگا کرتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ حَسَّنْتَ خَلْقِیْ فَحَسِّنْ خُلْقِیْ اے اللہ جس طرح تو نے میری صورت اچھی بنائی ہے تو میرے اخلاق کو بھی اچھا کر دے۔

اچھے اخلاق کمال ایمان کی علامت ہیں:۔

کسی بھی مؤمن کے ایمان کا اس کے اخلاق پر براہ راست اثر پڑتا ہے۔ اگر اس کا ایمان مضبوط ہے تو اس کے اخلاق خود بخود سنور جائیں گے۔ کیونکہ خوف خدا اس کو ہر قسم کی بد خلقی کو ترک کرنے پر مجبور کر دے گا۔ وہ ہمیشہ دوسروں کے حقوق کا خیال رکھے گا اور دوسروں کو راحت پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کرے گا۔ اسی لئے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ''مؤمنین زمیں سب سے کامل ایمان والا وہ ہے جو ان میں اخلاق کے اعتبار سے اچھا ہے'' سبحان اللہ کیسا معیار بتایا ہے کہ کمال ایمان کی نشانی کثرت عبادات

نہیں بلکہ اخلاق کا اچھا ہونا ہے۔ایک اور حدیث پاک میں آیا ہے اِنَّ الْمُؤْمِنَ لیدرك بحسن خلقه درجة قائم اليل وصائم النهار بے شک مؤمن بندہ اپنے اچھے اخلاق کی وجہ سے راتوں رات نماز میں کھڑے رہنے والے اور دن بھر روزہ رکھنے والے آدمی کا درجہ پا لیتا ہے۔

سب سے بہترین چیز:۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے حضور نبی کریم ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ سب سے بہترین چیز کونسی ہو سکتی ہے جو کسی کو عطا کی گئی ہو۔آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا ایسی چیز حسن اخلاق ہے۔

تو اچھے اخلاق سب بڑی نعمت، سب سے بڑی دولت اور سب سے بڑا ہتھیار ہے۔جس کے پاس بھی یہ ہوتا ہے اس سے بہت نفع اٹھاتا ہے۔

کردار کی فتح:۔

اچھے اخلاق کا دوسرا نام ''اچھا کردار'' ہے۔یاد رکھنا کہ کردار دیکھنے میں ایک بے قیمت سی چیز نظر آتی ہے لیکن انسان اس کے ذریعے بڑی سے بڑی قیمتی چیز کو خرید لیا کرتا ہے۔دنیا تلوار کا تو مقابلہ کر سکتی ہے مگر کردار کا مقابلہ کبھی نہیں کر سکتی۔ہمیشہ کردار کی فتح ہوتی ہے۔سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرمایا کرتی تھیں فُتِحَتِ الْمَدِيْنَةُ بِالْاَخْلَاقِ کہ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے مدینہ کو اخلاق کے ذریعے فتح فرمایا تھا۔

اخلاق کے مراتب

اخلاق کے تین مراتب ہیں

پہلا مرتبہ:۔

اخلاق کا ایک مرتبہ وہ ہے جو یہودیوں کو ملا اسے اخلاق حمیدہ کہتے ہیں۔وہ یہ تھا کہ تم لوگوں کے ساتھ

برابری کا معاملہ رکھو۔

اَنَّ النَّفۡسَ بِالنَّفۡسِ وَالۡعَيۡنَ بِالۡعَيۡنِ (المآئدہ:45) جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ۔

کیا مطلب؟ مطلب یہ ہے کہ جتنا کوئی تمہیں تکلیف پہنچاتا ہے اپنا بدلہ لینے کے لئے تم بھی اتنی ہی تکلیف پہنچا سکتے ہو۔ البتہ اس سے زیادہ تکلیف نہ پہنچانا۔

دوسرا مرتبہ:۔

اخلاق کا ایک مرتبہ عیسائیوں کو بھی ملا۔ ان کو یہودیوں سے بلند مرتبہ کا اخلاق ملا'' جسے'' اخلاق کریمانہ کہتے ہیں۔ وہ اخلاق یہ تھے کہ اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچائے تو تم اس کو معاف کر دو۔ اسی لئے نصاریٰ جو پہاڑی کا وعظ دہراتے ہیں اس میں وہ کہتے ہیں کہ اگر تمہارے ایک رخسار پر کوئی تھپّڑ لگائے تو تم اپنا دوسرا رخسار بھی اس کے سامنے پیش کر دو۔ وہ اسے اخلاق کا بڑا مرتبہ سمجھتے ہیں۔

تیسرا مرتبہ:۔

اخلاق کا ایک مرتبہ امت مسلمہ کو بھی ملا جسے'' اخلاق عظیمہ'' کہتے ہیں۔ چنانچہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا، اے محبوب ﷺ!

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيۡمٍ (نٓ:4) اور آپ تو اخلاق کے بلند مرتبے پر فائز ہیں۔

اخلاق عظیمہ یہ ہیں

فَاعۡفُ عَنۡهُمۡ وَاسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ وَشَاوِرۡهُمۡ فِى الۡاَمۡرِ (ال عمران:159) اے محبوب ﷺ! انہیں معاف کر دیجئے اور ان کیلئے اللہ کے حضور استغفار کیجئے اور ان کو اپنے مشورے میں شامل بھی فرمالیجئے۔

یعنی اپنے بھائی کی غلطی کو فقط معاف ہی نہیں کرنا بلکہ اس کے لئے اللہ کے حضور استغفار بھی کرنی ہے اور

پھر پہلے والے تعلّقات کو بحال بھی رکھنا ہے۔اور انہیں اپنے مشوروں میں شامل بھی رکھنا ہے۔اسی لئے اللہ رب العزت نے ایمان والوں کی صفت قرآن میں ارشاد فرمائی کہ

وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ط وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (ال عمران:134) وہ غصے کو پی جانے والے ہوتے ہیں اور وہ انسانوں کو معاف کر دینے والے ہوتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ایسے نیکو کاروں سے محبّت فرماتے ہیں۔ہم نے دوسروں کو فقط معاف ہی نہیں کرنا بلکہ ہم نے ان کی غلطیوں کے باوجود ان کو اپنے قریب کرنا ہے۔اسی لئے اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا، وَلَا تَسْتَوِى الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ط اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ (حٰمٓ سجدہ:34) تم برائی کو اچھائی کے ساتھ دھکیلو، جب تم برائی کا بدلہ اچھائی کے ساتھ دو گے تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ تمہارے اور جس شخص کے درمیان دشمنی ہے وہ بندہ پھر تمہارا جگری یار بن جائے گا۔

یوں دشمنی دوستی میں بدل جائے گی اور نفرتوں کی بجائے دلوں میں محبّتیں پیدا ہو جائیں گی۔اللہ تعالیٰ نے جو یہ ارشاد فرمایا کہ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ (الرعد: 17) اور جو انسانوں کو نفع پہنچاتا ہے اللہ تعالیٰ اسے زمین میں جما دیتے ہیں۔اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے قدم زمین میں جما دیا کرتے ہیں۔ یہ ایک خدائی قانون ہے کہ جو بندہ دوسروں کے فائدے کے لئے زندگی گزارے گا اللہ تعالیٰ اس کے اپنے قدم زمین میں جما دے گا۔

دین اسلام کا حسن:۔

ہمیں چاہئے کہ ہم اللہ کے بندوں سے اللہ کے لئے محبّت کریں۔ایک روایت میں آیا ہے کہ

اَلْخَلْقُ عِيَالُ اللّٰهِ مخلوق اللہ کی عیال ہے۔اد رکھنا کہ جو اللہ تعالیٰ کی عیال سے محبّت کرتا ہے اللہ تعالیٰ

اس بندے سے محبّت فرماتے ہیں۔اسی لئے فرمایا اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمْکُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ تم رحم کھاؤ جو زمین پر ہے،تم پر وہ رحم کرے گا جو پروردگار آسمانوں میں ہے۔
اس لئے اگر ہم چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائیں تو پھر ہمیں چاہئے کہ ہم اللہ کے بندوں پر رحم کریں۔اللہ کے بندوں سے اللہ کی نسبت سے محبّت رکھیں۔دین اسلام کا حسن دیکھئے کہ ایک تو مومن سے محبّت کرنا ہوتی ہے، یہ تو بڑی بات ہے، یہ تو ہونا ہی چاہئے، عام انسانوں سے بھی رحم سے پیش آنے کی تلقین کی گئی ہے۔

دنیا میں بھائی کی اہمیت:۔

ایمان والوں سے محبّت اس لئے بھی ہونی چاہئے کہ قرآن مجید میں ہے کہ
اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ (الحجرات:10) مومن ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ادرکھنا کہ دنیا اور آخرت میں بھائی ہی کام آتے ہیں۔قرآن عظیم الشان سے ایک دلیل سن لیجئے۔جب حضرت موسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ نے نبوت سے سرفراز فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، اے میرے پیارے موسیٰ!
اِذْهَبْ اِلٰی فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰی (طٰہٰ:24) آپ فرعون کے پاس جائیں وہ باغی طاغی بنا پھرتا ہے۔
فرعون اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ ایک منظّم بادشاہ تھا۔اس کی اپنی گورنمنٹ تھی۔چونکہ اس کی گورنمنٹ کے نظام سے ٹکرانا تھا اس لئے حضرت موسیٰؑ نے محسوس کیا کہ میں اکیلا ہوں۔اس لئے میرا بھی کوئی مددگار ہونا چاہئے۔اب مددگار تلاش کرنے کے لئے حضرت موسیٰؑ کی پہلی نظر اپنے بھائی پر پڑی۔جس کا ذکر قرآن مجید میں یوں فرمایا گیا
قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ ○ وَیَسِّرْ لِیْٓ اَمْرِیْ ○ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ ○

يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ○ وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ○ هٰرُوْنَ اَخِي ○ (طٰہٰ:25-30)

دنیا میں بھی جب سر پر بوجھ پڑتا ہے تو بھائی کام آتا ہے...... یہ تو دنیا کا معاملہ ہے اب آخرت میں دیکھتے ہیں کہ وہاں بھائی کیسے یاد آئے گا۔

آخرت میں بھائی کی اہمیت:۔

قیامت کے دن جب انسان پر اللہ رب العزت کی طرف سے عذاب آئے گا اوراس ہیبت ناک اور وحشت ناک دن کی حقیقت اس کے سامنے کھلے گی تو پھر انسان پناہ گاہ ڈھونڈے گا۔ وہاں بھی مجرم بندہ اپنے بھائی کی طرف رجوع کرے گا۔ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ (عبس: 34)

گویا دنیا اور آخرت میں بھائی ہی کام آئے گا۔

ہماری سرد مہری:۔

لیکن عجیب بات یہ ہے کہ آج ہم جب سب سے پہلے چھری چلاتے ہیں تو بھائی کے رشتے پر چھری چلاتے ہیں۔ آج ہم مسلمانوں کے گھروں میں بھی یہی حال ہے۔ چھوٹی چھوٹی اور معمولی معمولی باتوں پر رشتوں ناطوں کو توڑ دیتے ہیں۔

جھگڑوں کا خاتمہ:۔

ایک حدیث مبارک ایسی ہے، اگر اس پر عمل کر لیا جائے تو دنیا کے سب جھگڑے ختم ہو سکتے ہیں۔ نبی علیہ الصلوۃ والسّلام نے فرمایا:

وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا يُؤْمِنُ عَبْدًا حَتّٰى يُحِبُّ لِاَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ قسم ہے اس ذات

کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک اپنے (مؤمن) بھائی کیلئے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

اب بتائیں جب ہر بندہ دوسروں کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ رکھے گا جیسا وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے تو پھر تعلّقات کشیدہ ہونے کی نوبت آئے گی؟ بالکل نہیں آئے گی۔ آج جو بھائیوں کے درمیان نفرت کی دیواریں کھڑی ہوجاتی ہیں اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ دوسروں کی عزت نفس کا خیال رکھا جاتا ہے نہ اس کے حقوق کی پرواہ کی جاتی۔

صلہ رحمی کا حکم:۔

دین اسلام نے ہمیں صلہ رحمی کا درس دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ نے ارشاد فرمایا

صِلْ مَنْ قَطَعَكَ وَاعْفُ عَنْ مَّنْ ظَلَمَكَ وَاَحْسِنْ مَنْ عصا اِلَيْكَ تو اسے جوڑ جو تجھ سے توڑے اور جو تجھ پر ظلم کرے تو اس کو معاف کردے اور جو تجھ سے برائی کرے تو اس سے اچھا سلوک کر۔ ہمارے پیارے محبوب ﷺ نے ان تین باتوں کے ذریعے سمندر کو کوزے میں بند کر دیا ہے جو شخص ان تین باتوں پر عمل کرلے اس کی زندگی سنور سکتی ہے۔ سبحان اللہ، کیا ہی جوامع الکلم ہمارے محبوب ﷺ کو عطا کر دیئے گئے کہ اگر ان میں سے کسی ایک بات پر عمل کرلیا جائے تو انسان کی ہدایت کے لئے وہ کافی ہوجائے۔

قطع رحمی کا انجام:۔

جو لوگ رشتوں ناطوں کو توڑ دیتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کو بڑے ناپسند ہوتے ہیں۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ اللہ رب العزت شب قدر میں بڑے بڑے مجرموں کو معاف فرما دیتے ہیں لیکن چند بندے ایسے بھی

ہیں جن کو اللہ تعالیٰ شب قدر میں بھی معاف نہیں کرتے ، ان میں سے ایک بندہ وہ بھی ہے جو قطع رحمی کرنے والا ہو۔ مگر آج تو حالت یہ کہ بہن بہن سے نہیں بولتی ، بھائی بھائی سے نہیں بولتا، بچے ماں باپ سے ناراض پھرتے ہیں اور وہ رشتے جن کو اللہ تعالیٰ نے جوڑنے کا حکم دیا آج لوگ ان کو توڑ کر خوش ہوتے ہیں۔ یادرکھیں کہ یہ قرب قیامت کی علامات میں سے ہے۔ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا کہ نوجوان اپنے دوست کے ساتھ رہ کرخوش ہوگا اور اپنے ماں باپ کے ساتھ رہ کر وہ تنگی محسوس کرے گا۔ آج کے نوجوان کا یہی حال ہے۔ کسی نوجوان سے پوچھ لیں کہ آپ کی کیا پریشانی ہے؟ تو وہ کہے گا جی بس گھر والے پابندیاں لگاتے ہیں، امی کہتی ہے کہ تمہیں دس بجے سے پہلے گھر آنا چاہیئے ، ابو کہتے ہیں کہ فجر کی نماز کے لئے پابندی سے اٹھنا چاہیئے ، بس ان کو تو ان پابندیوں کے لگانے کے سوا کوئی اور کام ہے ہی نہیں۔ اور جب دوستوں کی محفل میں جاتے ہیں تو وہ دوست انہیں آزادی سکھاتے ہیں اس لئے نوجوان اپنی فلاح اسی میں سمجھتے ہیں کہ گھر کی پابندیوں سے ہماری جان چھوٹے اور دوستوں میں زندگی گزاریں۔ یادرکھئے کہ اس کی مثال ایسے ہی ہے کہ بازو یہ سوچنے لگے کہ میں تو جسم کے ساتھ بندھا ہوا ہوں۔ کچھ کر ہی نہیں سکتا اس لئے میری فلاح اس میں ہے کہ میں جسم سے جدا ہو جاؤں۔ اگر بازو جسم سے جدا ہو جائے گا تو اس میں کیڑے پڑیں گے، اس کو کتے چبائیں گے ، بھنبھوڑیں گے اور گھسیٹیں گے کیونکہ یہ بے جان ہو چکا ہوگا۔ اس کی زندگی اس میں ہے کہ یہ جسم کے ساتھ مل کر رہے۔ اسی طرح اولاد کی بھی زندگی اس میں ہے کہ وہ ماں باپ کے ساتھ مل کر رہے۔ کیونکہ نبی علیہ الصّلوٰۃ و السّلام نے ارشاد فرمایا،

اَلْبَرْكَةُ مَعَ اَكَابِرِكُمْ تمہارے لئے برکت بڑوں کے ساتھ رہنے میں ہے۔ اس لئے ہم بڑوں

کے ساتھ مل کر رہنے میں اپنی عافیت سمجھیں۔

بے مثال کردار:۔

اچھے اخلاق پیدا کرنے کے لئے محنت کرنا پڑتی ہے۔ زبانی باتیں کرنا آسان ہے لیکن کردار کو پیش کرنا بڑا مشکل کام ہے۔ سابقہ انبیاء جب دنیا میں تشریف لائے تو ان کی قوموں نے ان سے پوچھا کہ آپ کی حقانیت کی کیا دلیل ہے تو انہوں نے اپنے معجزے پیش کئے۔ کسی نے اونٹنی کو پیش کیا اور کسی نے کہا کہ میں مادرزاد اندھوں کو بینا کر سکتا ہوں۔ لیکن جب نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سے پوچھا گیا کہ آپ کی نبوت کی کیا دلیل ہے؟ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ کیا میں نے تمہارے درمیان اپنی زندگی نہیں گزاری؟ کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں جوانی کی زندگی تمہارے درمیان گزار چکا ہوں، عجیب بات ہے کہ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو مجنون اور جادوگر تو کہا گیا مگر کسی کو جھوٹا کہنے کی جرأت نہ ہوئی یا یہ کہ معاذ اللہ ان کی نگاہ میلی تھی یا ان کے کردار کی یہ بات کچی تھی۔ نہیں، کافر ان کے دشمن تھے، مجنون اور ساحر تو کہتے رہے مگر محبوب ﷺ کا کردار اتنا کھلا ڈھلا اور صاف تھا کہ جانی دشمنوں کو بھی آپ ﷺ کے کردار پر بات کرنے کی جرأت نہ ہو سکی۔

خیر خواہی کی تعریف:۔

ایمان والوں کو چاہئے کہ ان کی سوچ ہمیشہ مثبت ہو۔ منفی سوچ سے بچیں۔ دوسرں کی برائیوں کو بھی نظر انداز کر دیا کریں اور اپنی طرف سے ان کے ساتھ اچھائی کا معاملہ کریں۔ اس کو خیر خواہی کہتے ہیں۔ ایسا بندہ اللہ تعالیٰ کو بڑا پسندیدہ ہوتا ہے جو دوسروں کی خیر خواہی کرتا ہے۔ چنانچہ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا

اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ دین سراسر خیر خواہی ہے۔

یسے کہتے ہیں ناں کہ فلاں بندے نے تو دو لفظوں میں بات سمجھا دی۔اسی طرح نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ان دو لفظوں میں پورا دین سمجھا دیا۔

دین اور خیر خواہی کا تلازم:۔

عربی میں ایک مبتداء ہوتا ہے اور ایک خبر ہوتی ہے۔عام طور پر ایک معرفہ ہوتا ہے اور دوسرا نکرہ۔لیکن یہاں پر عجیب معاملہ ہے لفظ الدین بھی معرفہ ہے اور النصیحہ بھی معرفہ ہے۔علماء نے لکھا ہے کہ جب دونوں کو معرفہ لایا جائے تو وہ لازم وملزوم ہوا کرتے ہیں اور ان میں چولی دامن کا ساتھ ہوا کرتا ہے۔ اس کا یہ معنی بنے گا کہ جو دین ہے وہ سراسر خیر خواہی ہے۔اور جو کچھ خیر خواہی ہے وہ سراسر دین ہے۔ آپ کو جہاں دین ملے گا وہاں آپ کو خیر خواہی ملے گی اور جہاں آپ کو خیر خواہی ملے گی سمجھ لینا کہ وہاں دین موجود ہے۔اور جہاں آپ کو مسلمان دوسرے مسلمان کا بدخواہ نظر آئے تو سمجھ لینا کہ دین درمیان میں سے نکل چکا ہے

مؤمن اور خیر خواہی:۔

مؤمن کا تو کام ہی یہ ہے کہ ساری دنیا کی خیر خواہی کرے، ہر ایک کو اس سے فائدہ پہنچے۔بجائے کسی کو تکلیف پہنچانے کے ان کے دکھ درد میں کام آئے۔اس کا طرز زندگی ایسا ہو کہ اس کے عزیز رشتہ دار، پڑوسی، محلّہ دار، دوست احباب۔سب کو یقین ہو کہ یہ ایسا با اخلاق انسان ہے کہ ہمیں اس سے تکلیف نہیں پہنچ سکتی۔

ایک مرتبہ کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضور ﷺ تشریف لائے اور ان کے پاس کھڑے ہو

گئے۔فرمایا کہ کیا میں تمہیں یہ نہ بتاؤں کہ تم میں سے اچھا کون ہے اور برا کون ہے؟ سب خاموش رہے۔ آپ نے یہ سوال تین مرتبہ دہرایا۔ پھر ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ضرور بتائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سے بہترین وہ ہے جس سے لوگ خیر کی امید رکھتے ہوں اور شر سے اطمینان رکھتے ہوں۔ اور بدترین شخص وہ ہے جس سے لوگ خیر کی توقع نہیں رکھتے اور اس کے شر سے خوف کھاتے ہوں۔ دیکھیں کہ نبی علیہ الصلوۃ والسّلام نے کس قدر جامع انداز میں یہ بات کی۔ یہ نہیں فرمایا کہ لوگوں کو تکلیف نہ پہنچاؤ بلکہ فرمایا کہ اپنا طرز زندگی ایسا رکھو کہ لوگوں کے دل میں یہ بات بیٹھ جائے کہ ساری دنیا سے ہمیں نقصان ہوسکتا ہے لیکن اس بندے سے ہمیں نقصان نہیں پہنچ سکتا۔

عبداللہ بن مبارکؒ کے پڑوس کی قیمت:۔

’’ہمبرگ‘‘ جرمنی کا ایک شہر ہے۔ وہاں ہمارے ایک دوست رہتے ہیں۔ وہ جرمن ائیر لائن میں کام کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ ان کے گھر ٹھہرنا ہوا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ مسجد یہاں سے ایک گھنٹہ کے فاصلے پر ہے، آپ نے مسجد سے اتنا دور کہاں گھر لے لیا؟ وہ کہنے لگا، یہاں ہمسائے بہت اچھے ہیں، بڑے پڑھے لکھے جرمن لوگ رہتے ہیں اور وہ مسلمانوں کو یہاں کرایہ پر بھی مکان کیوں نہیں دیتے۔ بس مجھے یہاں مکان مل گیا ہے اور یہیں رہتا ہوں۔ میں نے پوچھا کہ یہ لوگ مسلمانوں کو کرایہ پر مکان کیوں نہیں دیتے؟ کہنے لگے کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ مسلمان دوسروں کے حقوق کا خیال نہیں کرتے اور جس جگہ یہ مکان بنالیتے ہیں وہ پوری کمیونٹی کا گندہ پوائنٹ بن جاتا ہے، اس لئے وہ ان کو کرایہ پر مکان نہیں دیتے۔

میں نے کہا، اب میں آپ کو ایک بات بتاؤں؟ کہنے لگے، بتائیے۔ میں نے کہا کہ جب ہم صحیح معنوں میں مسلمان تھے اس وقت یہ حالت تھی کہ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے پڑوس میں ایک یہودی رہتا

تھا۔اسے مکان بیچنے کی ضرورت پیش آئی۔ایک آدمی خریدنے کے لئے آیا تو اس نے پوچھا کہ آپ یہ مکان کتنے کا دیں گے؟ وہ یہودی کہنے لگا، دو ہزار دینار کا۔اس نے کہا، جی اس جیسا مکان تو یہاں ایک ہزار دینار کا ملتا ہے۔یہودی اس کے جواب میں کہنے لگا کہ واقعی ایک ہزار دینار تو اس مکان کی قیمت ہے اور دوسرا ہزار دینار عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے پڑوس کی قیمت ہے۔سبحان اللہ

بندہ مؤمن کا مقام:۔

ابوداؤد شریف کی ایک روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام طواف فرما رہے تھے۔طواف کرتے ہوئے آپ ﷺ نے کعبہ کی طرف دیکھا اور فرمایا، اے کعبہ! تجھے اللہ تعالیٰ نے بڑی شان عطا کی ہے لیکن

حُرْمَةُ الْمُؤْمِنِ ارحح مِنْ حُرْمَةِ الْكَعْبَةِ مومن کا احترام اللہ کے نزدیک تیرے احترام سے زیادہ ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ شریعت مطہّرہ نے مؤمن کو ایک مقام عطا کیا ہے۔ذرا غور کیجئے کہ ہم کعبہ کی طرف تو منہ کر کے سجدے کریں اور کعبہ کے غلاف کو پکڑ کر دعائیں بھی مانگیں اور بوسے بھی دیں، لیکن مومن سے نفرت کریں، اسے ایذا پہنچائیں اور اس کی بدخواہی کرتے پھریں تو پھر ہمارا ایمان کیسا ہوگا؟ مومن اپنوں اور پرایوں سب کا خیر خواہ ہوتا ہے۔ہم دین کو سمجھنے کی کوشش کریں کہ دین ہم سے چاہتا کیا ہے۔کسی نے کیا خوب کہا،

شنیدم کہ مردان راہ خدا دل دشمناں ہم نہ کردند تنگ
ترا کے میر شود ایں مقام کہ با دوستاں ہست پیکار جنگ

کہ اللہ والوں کے بارے میں ہم نے سنا کہ وہ تو دشمنوں کے دلوں کو بھی تنگ نہیں کیا کرتے تھے، تجھے یہ

مقام کہاں سے نصیب ہوا، تو اپنوں سے برسر پیکار ہے۔ ہم اپنوں کو دکھ دیتے پھرتے ہیں۔

غلطیوں کی تلاش:۔

چنانچہ حالت یہ ہوتی ہے کہ بیوی نے اپنے میاں کی غلطیوں پر دوربین فٹ کی ہوتی ہے اور میاں نے اپنی بیوی کی غلطیوں پر خوردبین فٹ کی ہوتی ہے۔ کہنے کو تو وہ میاں بیوی ہوتے ہیں اور زندگی کے ساتھی ہوتے ہیں مگر حالت یہ ہوتی ہے کہ وہ اس کی غلطیوں کی تلاش میں ہے اور وہ اس کی غلطیوں کی تلاش میں ہے۔ وہ اس کو نیچا دکھانے کے درپے ہے اور وہ اس کو نیچا دکھانے کے درپے ہے۔ کیا مسلمانی باقی رہی؟ جن کو اللہ تعالیٰ نے لباس کہا ان کی یہ حالت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ (البقرۃ:187) وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو۔

لباس انسان کی بدصورتی کو خوبصورتی میں بدل دیتا ہے اور جسم کے عیبوں کو چھپا دیتا ہے۔ جس کو اللہ نے لباس کہا ہم اس کے نقائص ڈھونڈ رہے ہوتے ہیں۔ بلکہ سچی بات یہ ہے کہ جو ہم سے زیادہ قریب ہوتا ہے اتنا ہی ہم سے زیادہ تنگ ہوتا ہے۔ یہ کتنی عجیب بات ہے

ستر پوشی کی فضیلت:۔

میرے دوستو! شریعت مطہّرہ نے معاف کر دینے کو بہت پسند فرمایا ہے۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ جو انسان جتنا جلدی دوسروں کی غلطیوں کو معاف کرے گا اللہ رب العزت اتنا ہی جلدی قیامت کے دن اس کی غلطیوں کو معاف فرمائیں گے۔ اور جو انسان دوسروں کے عیبوں کی ستر پوشی کرے گا اللہ رب العزت قیامت کے دن اس کے عیبوں کی ستر پوشی فرمائیں گے۔ یہ باتیں آج دلوں میں بٹھانے کے قابل ہیں۔

مؤمن کے دل کو خوش کرنے کی فضیلت:۔

ایک روایت میں ہے کہ جس نے کسی مؤمن کے دل کو خوش کیا اللہ تعالیٰ اس خوشی سے ایک فرشتہ پیدا فرماتے ہیں۔ وہ فرشتہ قیامت تک اللہ تعالیٰ کی حمدوثنا بیان کرتا رہتا ہے اور اس کے ذکر کا ثواب اس بندے کے نامہء اعمال میں لکھا جاتا ہے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے میرے کسی امتی کی حاجت پوری کی تاکہ اس کا دل خوش کرے تو اس نے مجھے خوش کیا اور جس نے مجھے خوش کیا اس نے اللہ کو خوش کیا اور جس نے اللہ تعالیٰ کو خوش کیا اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائے گا۔

ان احادیث کے پڑھنے کے بعد ہم اپنے اوپر بھی غور کریں کہ کیا ہم نے کبھی کوئی کام فقط اس لئے کیا ہے کہ میرے مؤمن بھائی کا دل خوش ہو جائے۔

اپنے دوسرے بھائیوں کی چھوٹی سے چھوٹی ضرورتوں کا پورا کرنا بندے کے عمر بھر کے گناہوں کی بخشش کا سبب بن سکتی ہے۔

ایک اور حدیث میں فرمایا گیا کہ جب کوئی مؤمن اپنے مؤمن بھائی کے کام کیلئے کوشش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو جہنّم سے تین خندقیں دور کر دیتے ہیں اور ہر خندق کی چوڑائی زمین آسمان کے درمیان میں فاصلہ کے برابر ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ جس نے کسی پریشان حال کی مدد کی خدا اس کیلئے تہتّر مغفرتیں لکھ دے گا، ان میں سے ایک میں اس کے سب کام بن جائیں گے اور بہتر قیامت کے دن اس درجے بلند کرنے کے لئے ہوں گی۔ سبحان اللہ

زبان کی آفتیں:۔

میرے دوستو! اگر ہم کسی کے دل کو خوش نہیں کر سکتے تو اس کے دل کو رنج بھی نہ پہنچایا کریں۔ یاد رکھنا کہ بیماریوں میں سے سب سے بری دل کی بیماری ہے اور دل کی بیماریوں میں سے سب سے بری دل آزاری ہے۔ مگر ہم بڑی دیدہ دلیری سے دوسروں کی دل آزاری کر رہے ہوتے ہیں۔ خاوند بیوی کو کوئی ایسی بات کر دیتا ہے کہ وہ بیچاری سارا دن روتی رہ جاتی ہے اور بیوی خاوند کو ایسی بات کہہ دیتی ہے کہ اس بیچارے کا سکون برباد ہو جاتا ہے۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ تلوار کے زخم تو مندمل ہو جاتے ہیں مگر زبان کے زخم مندمل نہیں ہوا کرتے۔ یہ زبان ان رشتوں کو بھی توڑ دیتی ہے جن رشتوں کو انسان تلوار کے ذریعے بھی نہیں توڑ سکتا۔ آج ہمیں زبان چلانے کی بڑی عادت ہے، ہر وقت ہی بولتے رہتے ہیں، سننے کی عادت نہیں ہے فقط بولنے کی عادت ہے۔

بدزبانی کا انجام:۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے آکر نبی علیہ الصلوۃ والسّلام سے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ فلاں ایک عورت ہے جو نماز، روزہ اور صدقہ کثرت سے کرتی ہے۔ لیکن وہ اپنے پڑوسیوں سے بدزبانی کرتی ہے اس کے بارے میں کیا حکم ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ عورت دوزخ میں جائے گی۔ پھر اس شخص نے عرض کیا کہ ایک عورت ہے وہ نفل روزے، نمازیں اور صدقات کم ادا کرتی ہے لیکن دوسروں کو اپنی زبان سے ایذاء نہیں دیتی، یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ عورت جنت میں جانے والی ہے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ بدخلقی کس قدر بری چیز ہے کہ دوسروں سے بدزبانی کرنے اور ایذاء دینے والے کی نفلی عبادتیں بھی اس کے کام نہیں آتیں۔

غصہ پینے کی فضیلت:۔

حدیث پاک میں آیا ہے کہ جس بندے کو کوئی تکلیف پہنچے اور وہ اس کا بدلہ بھی لے سکتا ہو مگر وہ اللہ کے لئے معاف کردے اور غصے کا گھونٹ پی جائے تو اس غصے کے گھونٹ کو پینے پر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس بندے کو اپنے چہرے کا دیدار عطا فرمائیں گے۔ سبحان اللہ، یہ کتنے نفع کا سودا ہے۔ اس لئے ہم اللہ کے لئے اللہ کے بندوں کو معاف کردیا کریں۔ ہم بدلہ لے بھی سکتے ہوں تو نہ لیا کریں۔

بیوی سے حسن سلوک کا بدلہ:۔

حضرت اقدس تھانویؒ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک آدمی کی بیوی سے غلطی ہوگئی۔ اتنا بڑا نقصان تھا کہ اگر وہ چاہتا تو اسے طلاق دے دیتا۔ کیونکہ وہ حق بجانب تھا۔ لیکن اس نے اسے اللہ کی بندی سمجھ کر معاف کردیا۔ کچھ عرصہ کے بعد اس کی وفات ہوگئی۔ کسی نے اسے خواب میں دیکھا تو اس سے پوچھا، سناؤ بھئی! آگے کیا بنا؟ کہنے لگا کہ بس اللہ تعالیٰ نے مجھ پر مہربانی فرمادی اور میرے گناہوں کو معاف کر دیا۔ اس نے پوچھا، کس وجہ سے آپ کی معافی ہوئی؟ وہ کہنے لگا کہ ایک ایسی بات تھی جو میں بھول ہی گیا تھا۔ ہوا یہ تھا کہ ایک مرتبہ میری بیوی سے کوئی غلطی ہوگئی تھی، میں اگر چاہتا تو سزا دیتا، طلاق دے دیتا مگر میں نے اسے اللہ کی بندی سمجھ کر معاف کردیا۔ پروردگار نے کہا، تو نے اسے میری بندی سمجھ کر معاف کر دیا تھا آج میں نے تجھے اپنا بندہ سمجھ کر معاف کردیتا ہو یا۔

تربیت کا فقدان:۔

بلکہ کئی دفعہ تو یہ بھی دیکھا کہ دو بندے بحث کر رہے ہوتے ہیں اور وہ دونوں بول رہے ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کی بات کوئی بھی نہیں سن رہا ہوتا۔ یوں لگتا ہے کہ ہمیں کسی نے زندگی گزارنے کا سلیقہ ہی نہیں سکھایا۔ تعلیم تو سکولوں اور کالجوں سے پا لیتے ہیں مگر ہم تربیت کس سے لیتے ہیں؟ کسی سے بھی

نہیں۔

میرے دوستو! تربیت اللہ والوں سے ملتی ہے۔ آج اللہ والوں کے پاس آتے نہیں اور تربیت پاتے نہیں اس لئے انسان نہیں بن پاتے اور اللہ کے بندوں کو دکھ پہنچاتے ہیں۔ ایک چھوٹی سی بات بتاتا ہوں۔ ایم اے پاس بندہ گاڑی چلا رہا ہوتا ہے، اسے پتہ ہوتا ہے کہ پھاٹک بند ہے، وہ بجائے لائن میں کھڑا ہونے کے ادھر سے موڑ کر آنے والی ٹریفک کے راستے میں گاڑی کو کھڑا کر دے گا۔ تیرے ایم اے پاس ہونے کا کیا فائدہ؟ تجھے تو اتنی بھی سمجھ نہیں کہ جب پھاٹک کھلے گا تب ہی گاڑی آگے جائے گی۔ پھر جب پھاٹک کھلتا ہے تو ایک دوسرے کیلئے ہارن بجا رہے ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ ہم میں اتنی بھی اہلیت نہیں ہے کہ اتنی تعلیم کے بعد ہم محسوس کر سکیں کہ دوسروں کے حقوق کیا ہوتے ہیں۔ یہ تربیت اللہ والوں کی صحبت میں بیٹھ کر ملتی ہے۔ آج اس تعلّق کو اختیار کرنا بڑا برا سمجھتے ہیں کیونکہ اس کے بعد کوئی روک ٹوک کرے گا اور سمجھائے گا۔ جب کہ ہمارا نفس تو نہیں چاہتا کہ کوئی ہمیں سمجھائے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ہم سمجھے سمجھائے پیدا ہو گئے ہیں۔ اس کی وجہ سے ہم معاشرے میں دوسروں کو سکھ پہنچانے کی بجائے الٹا دکھ پہنچا رہے ہوتے ہیں۔

صحبت کا اثر:۔

ہم ساتویں آٹھویں جماعت میں پڑھتے تھے۔ میرا ایک کلاس فیلو ایک دیہات سے آتا تھا۔ وہ ہمیں دیہات کے بارے میں باتیں سنایا کرتا تھا کہ گندم ایسے اگتی ہے، ایسے ہل چلاتے ہیں، ایسے پانی لگاتے ہیں اور ایسے کنویں ہوتے ہیں۔ ہم نے یہ چیزیں کبھی دیکھی نہیں تھیں کیونکہ شہری زندگی گزارنے والے تھے اس لئے ہمیں اس کی باتیں بڑی عجیب لگتی تھیں۔

ایک مرتبہ اس نے ہمیں دعوت دی اور کہا کہ جولائی اور اگست دو مہینے کی سکول میں چھٹیاں ہو رہی ہیں،

آپ چھٹیوں میں ہمارے ہاں آنا، ہم آپ کو دیہات دکھائیں گے۔ ہم نے دعوت قبول کر لی۔ چنانچہ ہم نے گھر آ کر تذکرہ بھی کر دیا کہ ہمارا ایک اچھا کلاس فیلو ہے، اس نے ہمیں اپنے ہاں آنے کی دعوت دی ہے اور ہمارا بھی جی چاہتا ہے کہ ہم جا کر دیہات دیکھیں۔ بھائی نے کہا، بہت اچھا۔ ہم کسی دن آپ کو لے جائیں گے۔ چنانچہ ایک دن بھائی لے گئے۔ ہم دیہات میں خوب گھومے پھرے۔

وہاں پر جب ہم ایک کھیت میں پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ وہاں گوبر پڑا ہوا ہے۔ ہماری سمجھ سے یہ بات باہر تھی کہ خشک گوبر کا ڈھیر کھیت میں کیوں پڑا ہے۔ ہم نے ایک کسان کو دیکھا کہ وہ اس گوبر کو مٹی میں ملا رہا تھا۔ اب ہمیں اور بھی زیادہ عجیب بات لگی۔ لہٰذا ہم نے حیران ہو کر اس کسان سے پوچھا، جی آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟ اس نے کہا، یہاں میں سبزی بیجوں گا۔ ہم نے کہا، ادھر تو آپ سبزی کا بیج ڈالیں گے اور ادھر آپ یہ گندگی اور بدبودار چیز مٹی میں ملا رہے ہیں۔ وہ کہنے لگا، آپ شہر کے رہنے والے ہیں، آپ کی نظر میں تو یہ گندی اور بدبودار نجاست ہے لیکن حقیقت بات یہ ہے کہ ہم اس کو زمین میں اس لئے ملاتے ہیں کہ جب اس کے بعد ہم زمین میں سبزی بوئیں گے تو یہ سبزی کو فائدہ دے گی، گویا ہمارے لئے یہ کھاد کا کام دیتی ہے۔

اس وقت میری چھوٹی عمر تھی۔ لہٰذا بات کو پوری طرح نہ سمجھ سکا۔ آج کبھی کبھی لڑکپن کا وہ واقعہ یاد آتا ہے تو تب یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اے بندے! جسے ہم گندگی کہتے ہیں اور اس سے نفرت کرتے ہیں اگر اس گندگی کو بھی کسی کھیتی میں ڈال دیتے ہیں تو وہ بھی ساتھ والی کھیتی کو فائدہ دیتی ہے۔ تو مؤمن ہو کر بھی اگر ساتھ رہنے والے کو فائدہ نہیں دیتا تو معلوم ہوا کہ تو گندگی اور نجاست سے بھی گیا گزرا ہے۔

غور طلب بات:۔

آج ہم ذرا اپنے معاشرے پر نظر ڈالیں۔ دن بدن ہماری اخلاقی حالت گرتی جا رہی ہے۔ وہ مہر و محبّت

اور وفائیں نہیں رہیں جو پہلے ہوا کرتی تھیں۔ رنجشیں اور کدورتیں ہمارے معاشرے میں کچھ اس طرح سرایت کر گئی ہیں کہ بغض وعناد اور جھگڑا فساد اب معمول کی باتیں ہو گئیں ہیں۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ اس قوم پر رحمت نازل نہیں ہوتی جس میں کوئی قطعہ رحمی کرنے والا موجود ہو۔ آج ہمارے معاشرے میں بھی بے برکتی اسی وجہ سے ہے کہ ہماری قوم میں اتحاد و یگانگت کی بجائے کینہ وحسد اور نااتفاقی کا دور دورہ ہے۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنا ظرف بڑا کریں اور دوسروں کی خیر خواہی کرنا سیکھیں۔ اس کیلئے ہمیں اپنے آپ سے پہل کرنا ہوگی اور بد خلقی کا جواب خوش خلقی سے دینا ہوگا۔

خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کی نصیحت:۔

ایک مرتبہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک آدمی آیا۔ اس نے آپ کے سامنے اپنے بھائی کی شکایتیں شروع کر دیں کہ جی وہ مجھے بڑا تنگ کرتا ہے اور ہر وقت وہ میرے راستے میں کانٹے بوتا رہتا ہے اور میرا دل چاہتا ہے کہ میں اس سے بدلہ لوں۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سن کر اس کو نصیحت فرمائی کہ اے بھائی! اگر تیرے راستے میں کوئی کانٹے بچھائے تو تو اس کے راستے میں کانٹے نہ بچھانا ورنہ پوری دنیا میں کانٹے ہی کانٹے ہو جائیں گے۔

اللہ رب العزت ہمیں اچھے اخلاق والی زندگی گزارنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ